ثبوتِ ہلالِ رمضان وعیدین کی تحقیق
(ایک تنقیدی جائزہ)

حافظ صالح الدین حقانی*

حافظ نظام الدین**

اسلام نے عبادات میں بھی اور اپنے دوسرے احکام میں بھی جن کا تعلق عوام وخواص ہر دو طبقہ سے ہو انسان کو کسی ایسی بات کا مکلّف نہیں بنایا ہے جس کی دستیابی دشوار ہو جس کا حصول ہر شخص کے لیے مشکل ہو اور جس کو بڑے حکماء، علماء اور دانشور ہی سمجھ سکیں اور عام لوگوں کے لیے ان کا سمجھنا ممکن نہ ہو۔ اس لیے اسلام میں ایک گونہ وحدت یکسانیت اور اجتماعیت مطلوب ہے اور وہ چاہتا ہے کہ حتی الوسع اسلامی عبادات مسلمانوں کی وحدت اور جماعت کا مظہر ہوں، یہی وجہ ہے کہ اس کو اسلامی حکومت اور محکمہ قضا کا ایک مستقل فریضہ قرار دیا گیا کہ وہ شہادت کے بعد طلوع ہلال کا اعلان کریں تا کہ کسی کے لیے اختلاف کی گنجائش نہ رہے۔ زیرنظر آرٹیکل میں لفظ ہلال کے لغوی تحقیق ، اصطلاحی مفہوم اور رؤیت ہلال کے لیے اسلام کا وضع کردہ معیار کو اجاگر کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں ایک ہی دن عیدین منانے کی قضیے کو استقصائی مراحل سے گزارنے کی کوشش کی گئی ہیں۔

ہلال:

لفظ ہلال کے بارے میں آئمہ فن کی مندرجہ ذیل آراء ہیں:

(الف) الهلال : هوالطرف المرئى من النصف المضيئى من القمر عندبعده من الشمس اثنا عشرة درجة أو اقل أو اكثر۔(۱)

(ب) وأهلواالهلال واستهلوه اى رفعو اصواتهم عند رؤيته، وأهل الهلال واستهل اذا أبصروأهل الصبى واستهل اذارفع صوته بالبكاء۔(۲)

(ج) سمى شهرا باسم الهلال اذا أهلَ والعرب تقول رأيت الشهر أى رأيت هلاله۔(۳)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر/ چیئرمین شعبہ اسلامیات وعربی، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان، پاکستان۔

** اسکالر پی۔ایچ۔ڈی۔شعبہ اسلامیات وعربی، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان، پاکستان۔

محاق کے دنوں میں آفتاب اور چاند اکٹھے طلوع اور اکٹھے غروب ہوتے ہیں اس لیے چاند ہمیں نظر نہیں آتا اجتماع کے بعد چاند سورج سے مشرق کی جانب حرکت کرتے ہوئے بعید ہوتا جاتا ہے اس وقت چاند کا جو پہلو زمین کی طرف ہوتا ہے اس کے ایک کنارے پر سورج کی روشنی پڑتی ہے ایسی حالت میں ہمیں مغربی افق پر قرص (ٹیکہ) ماہتاب کا تھوڑا سا دایاں حصہ چمکتا ہوا نظر آتا ہے یہ چمکتا ہوا کنارہ ہلال کہلاتا ہے، ہلال کی دونوں نوکیں کبھی سورج کی طرف نہیں ہوتیں بلکہ ہمیشہ اس کی الٹی طرف ہوتی ہیں۔

ثبوت ہلال رمضان کی تحقیق:

رمضان کے چاند میں صرف ایک آدمی کی خبر تین شرطوں کے ساتھ مقبول ہو جاتی ہے۔

۱۔ خبر دینے والا مسلمان عاقل بالغ ہو اور فاسق نہ ہو یا نیک اور فاسق ہونا دونوں معلوم ہوں۔

۲۔ اپنے دیکھنے کی خبر دے۔

۳۔ چاند کے نکلنے کی جگہ غبار یا ابر وغیرہ کی وجہ سے صاف نہ ہو کہ ہر شخص اس کو آسانی سے دیکھ لے۔

پہلی شرط اگر نہ پائی جائے مثلاً کوئی کافر یا مجنون یا نابالغ بچہ خبر دے جس کا فاسق ہونا وہاں کے لوگوں پر ظاہر ہو تو پھر اس کا قول اعتبار کے قابل نہ ہوگا البتہ اگر فاسق کے صدق کا ظن غالب ہو تو اس کی شہادت قبول کرنا جائز ہے۔

اور اگر دوسری شرط نہ پائی جائے مثلاً کوئی شخص دوسرے لوگوں کا دیکھنا بیان کرے تو قابل اعتبار نہیں، تاہم اگر اس شہر کے قاضی کا دیکھنا بیان کرے اور یہ کہ قاضی نے اس کو خبر دینے کا حکم دیا ہے تو ایسی صورت میں اس کا قول معتبر ہوگا اور اگر تیسری شرط نہ پائی جائے یعنی مطلع صاف ہو تب بھی ایک شخص کا بیان کرنا کافی نہیں ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

> اگر آسمان پر علت ہو (یعنی مطلع صاف نہ ہو) تو ماہ رمضان کا چاند نظر آنے میں ایک شخص کی شہادت (گواہی) قبول کی جائے گی، بشرطیکہ وہ گواہ عادل (معتبر) شخص ہو مسلمان ہو، عاقل اور بالغ ہو خواہ وہ شخص آزاد ہو یا غلام ہو مرد ہو یا عورت ہو۔ (۴)

علامہ ابن عابدین (۵) نے عادل شخص کی تعریف یہ کی ہے۔

> کہ وہ شخص ایسا عاقل بالغ مسلمان ہو کہ کم از کم گناہ کبیرہ سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر مداومت نہ کرتا ہو۔ (٦) اسی طرح مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ایک شخص کی گواہی پر ایک شخص نے گواہی دی تو وہ قبول کی جائے گی، اور اگر کسی پر زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے حد لگی ہو (یعنی اسے

اس جرم کی شرعی سزا ملی ہو) اور پھر اس نے توبہ کرلی ہوتو ظاہر روایت کے بموجب اس کی گواہی بھی قبول کی جائے گی۔(۷) اور جس شخص کی حالت پوشیدہ ہے تو (چاند دیکھنے کی مذکورہ صورت میں اس کی گواہی کے متعلق) ظاہر حکم یہ ہے کہ اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور حسن نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ اس کی گواہی قبول کی جائے گی اور یہی حکم صحیح ہے۔(۸)

علامہ ابن نجیم (۹) نے مستورالحال (پوشیدہ شخص) کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ شخص جس کے نیک یا فاسق ہونے کے متعلق اس کی حالت معلوم نہ ہو(۱۰)۔

اور اسی طرح (مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں) رمضان المبارک کے چاند کے متعلق غلام کی گواہی پر غلام کی گواہی قبول کی جائے گی، اسی طرح عورت کی گواہی پر عورت کی گواہی قبول کی جائے گی۔(۱۱)

اس مذکورہ صورت کی گواہی میں شہادت کا لفظ دعویٰ اور حاکم کا فیصلہ شرط نہیں حتیٰ کہ اگر شخص نے حاکم کے پاس (مذکورہ) گواہی دی اور حاکم کے پاس اس کی گواہی کو کسی اور شخص نے سنا اور بظاہر وہ گواہ عادل شخص تھا تو سننے والے اس شخص پر واجب ہے کہ وہ روزہ رکھے اور (اس میں) اسے حاکم کے فیصلے کی ضرورت نہیں۔(۱۲) مطلب یہ ہے کہ روزے کا وجوب ایک دینی امر ہے اور اس کی خبر دینا رؤیت کے خبر کے مشابہہ ہے لہٰذا لفظ شہادت سے مخصوص نہیں اور جب کسی خبر میں یہ ہو کہ فلاں کا حق فلاں کے ذمہ ہے تو اس کا تعلق شہادت سے ہے اور جس خبر میں یہ ہو کہ میرا حق فلاں کے ذمہ ہے تو یہ دعویٰ ہے، یعنی دعویٰ میں شہادت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن رمضان المبارک کے چاند کے دیکھنے میں مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں شہادت کے لفظ کے ساتھ گواہی دینی ضروری نہیں۔

امام طحاویؒ نے ذکر کیا ہے کہ ماہ رمضان کے متعلق مطلع صاف ہونے کی صورت میں ایک آدمی کی گواہی اس صورت میں قبول کرلی جائے گی جبکہ وہ شہر کے باہر سے آیا ہو اسی طرح اگر وہ اونچی جگہ پر تھا تب بھی ایک شخص کی گواہی کافی ہوگی۔(۱۳)

برھان الدین علی بن ابی بکر المرغنیانی (۱۴) لکھتے ہیں:

> کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ شہر سے باہر موانع کم ہوتے ہیں اور یہی صورت حال شہر میں اونچی جگہ چاند دیکھنے کی ہے۔(۱۵)

اور طحاویؒ کے قول پر امام مرغنیانی صاحب الاقضیہ اور صاحب فتاوی صغریٰ نے اعتماد کیا ہے لیکن ظاہر روایت کے بموجب شہر کے باہر چاند دیکھنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ہدایہ میں لکھا ہے کہ ماہ رمضان کے چاند کی مذکورہ صورت میں احتیاط یہ ہے کہ اس پر روزہ واجب

ہو۔(۱۶)

اور اگر مطلع صاف ہو تو اس میں ایک آدمی کا قول کافی نہیں ہوگا بلکہ اس قدر آدمی ہو جن کے خبر دینے سے یقین یا غالب گمان ہو جائے تو تب ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔

ثبوت عیدین کی تحقیق:

اگر بادل یا غبار کی وجہ سے عید کا چاند نظر نہ آئے تو اس میں ایک آدمی کی گواہی معتبر نہیں ہوگی، بلکہ اس کے لیے دو پرہیز گار اور سچے مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتوں کی گواہی کی ضرورت ہے اور اس گواہی میں ان کا آزاد ہونا اور شہادت (یعنی گواہی) کا لفظ ادا کرنا شرط ہے۔(۱۷)

یعنی شاہد کی اوصاف ان میں موجود ہوں اور خود چاند دیکھنے کے شہادت دیں یا اس بات کی شہادت دیں کہ ہمارت سامنے فلاں شہر کے قاضی کے سامنے گواہ پیش ہوئے، قاضی نے گواہی کو قبول کر کے اعلان عام عید کا کر دیا۔

اور اگر مطلع صاف ہو یعنی ایسا گردوغبار یا بادل وغیرہ افق پر چھایا نہ ہو جو ہلال کی رؤیت میں حائل ہو سکے اور اس کے باوجود کسی بستی یا شہر کے عام لوگوں کو چاند نظر نہیں آیا، تو ایسی صورت میں ہلال عیدین کے لیے صرف دو چار گواہوں کے اس بیان کا اعتبار نہ ہوگا کہ ہم نے اس بستی یا شہر میں چاند دیکھا ہے، بلکہ اس صورت میں ایک جم غفیر یعنی بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہوگی، جو مختلف اطراف سے آئے ہوں اور اپنی اپنی جگہ چاند دیکھنا بیان کریں۔

عبداللہ موصلی (۱۸) لکھتے ہیں:

> اگر مطلع صاف ہو تو چاند دیکھنے کے متعلق ایسی بڑی جماعت کی گواہی ہی قبول کی جائے گی، جن کے خبر دینے سے شرعی علم (غلبہ ظن) ہو جائے اور یہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے اس کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں ہے یہی حکم صحیح ہے۔(۱۹)

علامی ابن عابدینؒ (۲۰) فرماتے ہیں کہ

> جب اس چاند کی تلاش میں بہت سے لوگ طالب اور متوجہ ہوں ان کی آنکھیں بھی سلامت ہوں اور کوئی مانع نہ ہو تو ان سب میں صرف اِکادُکا اشخاص کو ہی چاند نظر آنا بظاہر غلط ہے لہٰذا مطلع صاف ہونے کی صورت میں بڑی جماعت کو چاند نظر آنا شرط ہے۔(۲۱)

علامہ علاؤالدین حصکفی (۲۲) تحریر فرماتے ہیں:

’’اگر مطلع صاف ہو تو (ہلال صوم وہلال عید کے) چاند نظر آنے کے ثبوت کے لیے جمع عظیم شرط ہے کہ جن کی خبر سے علم شرعی یعنی غلبہ ظن حاصل ہو جائے اور اس کا مدار تعداد پر نہیں امام کی رائے پر ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ دو (معتبر) گواہ بھی کفایت کر جاتے ہیں اور صاحب بحر نے اسے اختیار کیا ہے۔ (۲۳)

علامہ ابن نجیمؒ رقمطراز ہیں کہ

’’مطلع صاف ہونے کی صورت میں چاند نظر آنے کے ثبوت کے لیے جمع عظیم کی شرط کا حکم ظاہر روایت کے بموجب ہے اور حسن (۲۴) نے امام ابوحنیفہ (۲۵) سے روایت کیا ہے کہ مذکورہ صورت میں دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت بھی قبول کی جائے گی، خواہ مطلع صاف ہو یا نہ ہو جیسا کہ ہلال رمضان کے متعلق بھی امام ابوحنیفہؒ سے یوں ہی روایت کیا گیا ہے آگے لکھا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ مشائخ میں سے کسی نے اس مذکورہ روایت کو ترجیح دی ہو البتہ ہمارے زمانے میں اس روایت پر عمل ہونا چاہیے اس لیے کہ لوگ چاند دیکھنے میں سستی کرتے ہیں اور ظاہر روایت کے بموجب جمع عظیم کی شرط میں علت یہ ہے کہ جب مطلع صاف ہو اور بہت سے بینا لوگ چاند کی تلاش میں طالب اور متوجہ ہوں تو ان میں سے صرف اِکا دُکا کو ہی چاند نظر آنا غلط قرار پاتا ہے اور یہ علت چاند دیکھنے میں سستی کی بناء پر ختم ہو جاتی ہے، نیز لکھا ہے کہ ظاہر روایت میں بھی بظاہر جمع عظیم کی بجائے تعداد شہادت کی شرط ہے۔ چنانچہ ’’فتاویٰ ظہیریہ‘‘ میں ہے کہ اگر مطلع صاف ہو تو ظاہر روایت کے بموجب چاند نظر آنے کے ثبوت کے لیے ایک آدمی کی شہادت قبول نہ ہوگی بلکہ متعدد شہادتیں شرط ہوں گی اور متعدد شہادتوں کی مقدار میں اختلاف ہے پھر لکھا ہے کہ اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں چاند نظر آنے کے ثبوت کے لیے جمع عظیم شرط نہیں البتہ تعداد شہادت شرط ہے اور تعداد شہادت کا مصداق دو آدمیوں کی شہادت بھی ہو سکتی ہے۔ (۲۶)

اور ’’ردالمحتار‘‘ میں البحر الرائق کی مذکورہ عبارت درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ’’النہر‘‘ میں بھی ہے مگر خیر الدین الرملیؒ نے کہا ہے کہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں چاند نظر آنے کے ثبوت کے لیے ظاہر مذہب میں جمع عظیم کی شرط ہے اور غلبہ فسق اور چاند کی دکھائی دینے کے متعلق جھوٹ باندھے جانے کے خدشہ سے جمع عظیم کی شرط پر عمل متعین ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ یہ امر واقعہ

ہے کہ کئی حکم زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے بدل جاتے ہیں اگر ہماری زمانہ میں چاندنظر آنے کے ثبوت کے لیے جمع عظیم کی ہی شرط ہوتو لوگوں کی سستی کا عالم یہ ہے کہ کم از کم رمضان المبارک میں تو دوتین راتوں کے بعد ہی روزہ لازم ہو۔

پس جب ظاہر روایت کے بموجب جمع عظیم شرط ہونے کی یہ علت ہی ختم ہے کہ مطلع صاف ہونے کے باوجود بہت سے متوجہ اور بینا لوگوں میں صرف اِکادُکا کو ہی چاندنظر آنا بظاہر غلط ہوتا ہے تو پھر کسی دوسری روایت پر فتویٰ متعین ہوگا۔(۲۷)

ان مذکورہ عبارات کی روشنی میں چاند دکھائی دینے میں جمع عظیم کی شرط کے متعلق یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ جہاں مطلع صاف ہواور چاند کی تلاش میں سستی کی بجائے بہت سے بینا لوگ چاند دیکھنے کا اہتمام کریں جیسا کہ آج کل بھی عید کے چاند کے لیے تو بالعموم اہتمام ہوتا ہے تو چاندنظر آنے کے متعلق جمع عظیم کی شرط پر عمل متعین ہے تا کہ جھوٹ کا خدشہ نہ رہے اور اگر بالفرض کسی چاند کی تلاش میں سستی ہولوگ اسے دیکھنے کا اہتمام نہ کریں جیسا کہ باقی مہینوں کے چاند کے لیے ایسی صورت حال نسبتاً زیادہ ممکن ہے تو پھر ظاہر روایت کی علت باقی نہ رہنے کی وجہ سے ظاہر روایت پر عمل کی بجائے دوسری روایت پر عمل کی گنجائش ہوگی اور پھر جمع عظیم کی بجائے تعداد شہادت یعنی کم از کم دوآدمیوں کی شہادت پر چاندنظر آنے کے ثبوت کا حکم ہونا چاہیئے۔

''فتاویٰ عالمگیریہ'' میں ہے:

ظاہر روایت کے بموجب عیدالاضحیٰ کے چاند کا حکم عیدالفطر کے چاند کے حکم کی طرح ہے اور یہی حکم زیادہ صحیح ہے۔(۲۸)

علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

کہ ماہ ذوالحجہ کا چاند مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں عیدالفطر کے چاند کی طرح دومردوں یا ایک مرداور دوعورتوں کی شہادت سے ہی ثابت ہوگا اور مطلع صاف ہونے کی صورت میں سبھی مہینوں کے چاندنظر آنے کے ثبوت کے لیے زیادہ تعداد کی ضرورت ہوگی اوراس چاند کا حکم عیدالفطر کے چاند کے حکم کی طرح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں قربانیوں کے گوشت کے توسع کے بناء پر بندوں کے لیے نفع دنیوی کا تعلق بھی ہے۔

البتہ امام ابوحنیفہؒ سے نوادر کی ایک روایت بھی ہے کہ ماہ ذوالحجہ کے چاند سے حج اور قربانی کے وقت کا ظہور امرِ دینی ہے پس اس کا حکم ماہِ رمضان کے چاند کی طرح ہے(یعنی مطلع صاف نہ ہونے کی

صورت میں ایک معتبر آدمی کی گواہی کفایت کرسکتی ہے) مگر ظاہر مذہب یہی ہے کہ ماہِ ذوالحجہ کے چاند کا حکم عیدالفطر کے چاند کے حکم کی طرح ہے۔(۲۹)

خلاصہ یہ ہے کہ خبر ہلال رمضان دیانات میں سے ہے، ان میں قضاء اور شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ایک عادل شخص کی خبر مطلع صاف نہ ہونے صورت میں معتبر ہوگی اور خبر ہلال عیدین معاملات میں سے ہے کیونکہ اس میں بندہ کے نفع دنیوی کا تعلق ہے۔ پس اس کے ثبوت کے لیے نصاب شہادت کی وہ شرطیں ہوں گی جو بندوں کے دوسرے حقوق کے ثبوت کے لیے ہوتی ہیں۔

طریق موجب کا مفہوم:

عید کے چاند کے ثبوت کے لیے ''طریق موجب'' سے مراد از روئے شریعت رویت ہلال کا ایسا ثبوت ہے جس کے موجود ہونے کے بعد قاضی پر چاند نظر آنے کا حکم کرنا لازم ہوجاتا ہے جب آسمان پر علت ہو یعنی صاف نہ ہو اُفق پر بادل، گردوغبار اور دُھواں موجود ہو جو چاند نظر آنے کے لیے مانع بن سکتا ہو تو ایسی صورت حال میں رمضان کے لیے ایک عادل، ثقہ اور عیدین کے لیے دو عادل ثقہ مسلمانوں کی شہادت ضروری ہوتی ہے اس لیے آسمان پر علت موجود ہونے کی صورت میں ثبوت کے چار طریقے موجب کہلاتے ہیں جن میں سے کسی ایک کا ثبوت جب قاضی کے حضور ہوجائے اور اس سے قاضی کو اطمینان بھی حاصل ہوجائے اسے طریق موجب کہتے ہیں۔

طریق موجب کی اقسام:

علامہ انور شاہ کشمیریؒ (۳۰) فرماتے ہیں:

" اعلم ان الهلال يثبت باالشهادة على الرؤيه، والشهاده على الشهادة، اوالشهادة على القضاء اوالأ فاضية اى التواتر"

یعنی ہلال کا ثبوت صرف دیکھنے والے کی گواہی یا شہادۃ علی الشہادۃ یا قاضی کے فیصلہ کی گواہی یا افاضہ یعنی کثیر اخبار کے ذریعے ہوتا ہے۔

ا۔شہادۃ علی الرؤیۃ:

اس سے مراد یہ ہے کہ شرعی قاضی، مجاز علماء کی کمیٹی یا قائم مقام قاضی کے سامنے چاند دیکھنے والے گواہ بذات خود پیش ہوں اور شرعی ضابطہ شہادت کے مطابق قاضی یا قائم مقام قاضی چھان بین کر کے اطمینان حاصل کرے، بعد ازاں اس شہادت کو قبول کر کے اپنا فیصلہ صادر فرمائے۔

٢۔شھادۃ علی الشھادۃ:

اس کا مطلب یہ ہے کہ چاند دیکھنے والے گواہ سفر یا بیماری جیسے شرعی عذر کی بناء پر بذاتِ خود تو قاضی کے سامنے حاضر نہ ہو سکیں لیکن ہر ایک گواہ اپنی گواہی پر دو عادل گواہوں کو شاہد بنا کر قاضی کے حضور میں گواہی دینے کے بھیج دے اور وہ گواہ قاضی یا علماء کی کمیٹی کے سامنے یہ شہادت دیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی شہادت پر شاہد بنایا ہے میں اس کی شہادت پر یہ شہادت دیتا ہوں کہ اس نے میرے سامنے فلاں رات فلاں جگہ فلاں وقت پر چاند اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی شہادت دی ہے۔

٣۔شھادۃ علی القضاء:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مقام پر چاند دیکھا گیا ہے اگر وہاں حکومت کی طرف سے کوئی ذیلی کمیٹی قائم ہے اور اس میں کچھ ایسے علماء موجود ہیں جن کے فتویٰ پر علماء اور عوام اعتماد کرتے ہیں اور چند دیکھنے والے ان کے پاس پہنچ کر اپنی عینی شہادت پیش کریں اور وہ علماء ان کی شہادت قبول کریں، تو ان علماء کا فیصلہ اس حلقہ کے لیے تو کافی ہے جس میں شہادت پیش ہوئی ہے مگر پورے ملک میں اس کے اعلان کی لیے ضروری ہے کہ حکومت کے نامزد کردہ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے سامنے ان علماء کا فیصلہ شرعی قواعد کے مطابق ہے تو اب کمیٹی پورے ملک میں مرکزی حکومت کے دیئے ہوئے اختیارات کے تحت اعلان کر سکتی ہے اور یہ اعلان سب مسلمانوں کے لیے واجب القبول ہوگا۔(٣١)

فقہاء کرام نے طریق موجب کی اک اور صورت خبر مستفیض کو بھی ذکر کیا ہے لیکن اس میں کسی چاند کے لیے باقاعدہ شہادت شرط نہیں ہوتی، خواہ رمضان کا چاند ہو یا عید وغیرہ کا، وہ صورت یہ ہے کہ کوئی خبر اتنی عام اور مشہور و متواتر ہوائے کہ اس کے بیان کرنے والے کے مجموعہ پر گمان نہ ہو سکے سب کے سب جھوٹ بول رہے ہیں ایسی خبر کو خبر مستفیض کہا جاتا ہے۔

خبر مستفیض کی تعریف:

مختلف علماء کے کلام سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ استفاضہ خبر، خبر کی اس نوعیت کو کہتے ہیں جس سے سننے والوں کو یقین کامل اور ظن غالب حاصل ہو جائے البتہ اس کی صورت اور مصداق میں علماء کے کلام مختلف ہیں مثلاً علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے استقاضہ کو تواتر کے ہم معنی قرار دیا اسی استقاضہ کی ایک صورت علامہ رحمتیؒ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اس شہر سے جہاں چاند دیکھا گیا ہے چند جماعتیں آئیں اور ہر ایک یہ خبر دے کہ اس شہر میں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض افواہ کافی نہ ہوگی، جس کے بارے میں یہ پتہ نہ چلے کہ کس نے اسے پھیلایا، علامہ

شامیؒ لکھتے ہیں کہ استفاضہ سے متعلق یہ بہترین کلام اس کی طرف صاحب ذخیریہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی خبر مستفیض ہوجائے اور تحقیق کو پہنچے (تب حجت ہے) اس لیے کوئی خبر صرف پھیل جانے سے محقق نہیں بنتی۔ (٣٢)

علامہ رحمتیؒ کی یہ تعریف بھی استفاضہ کی ایک تفسیر کی حیثیت رکھتی ہے اس میں خبر مستفیض کا انحصار نہیں کیونکہ دوسرے علماء نے دوسری تفسیریں بیان کی ہیں، چنانچہ احمد طحطاویؒ نے استفاضہ کی تعریف یہ کی ہے، یعنی خبریں بہت سی آجائیں ان کی (خبر دینے والوں کی تعداد کی) کوئی حد مقرر نہیں کی ہے، ظاہر یہ ہے کہ اتنی عام ہوجائے کہ شہریوں کی نصف تعداد یا ان کی اکثریت اس کا چرچا کرنے لگے۔ (٣٣)

مذکورہ تعریف میں خبر بیان کرنے والے افراد کی تعداد کی حد بندی نہیں کی گئی بلکہ شہر میں اس عام چرچا ہوجانے کو مدار بنایا گیا ہے، علامہ ابن عابدینؒ استفاضہ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں، جان لو! استفاضہ سے مراد وہ خبر ہے جس کو بکثرت آنے والے بیان کریں جو اس شہر سے آرہے ہوں کہ جہاں رؤیت ثابت ہوچکی ہے اور ایسی جگہ آئیں کہ جہاں ابھی تک رؤیت ثابت نہیں ہوئی محض افواہ کافی نہیں ہے (بلکہ اس خبر کی بنیاد ہونی چاہیئے) کیونکہ افواہ کے بارے میں یہ (بات معلوم ہے کہ) کبھی وہ ایک شخص کی خبر پر چل پڑتی ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ ایسی خبر کافی نہیں ہیاور دلیل اس کی یہ ہے کہ فقہاء تحقیق کی شرط لگاتے ہیں اور تحقیق بغیر اس شرط کے پایا نہیں جاسکتا جو ہم نے ذکر کی ہے (٣٤) یعنی خبر حد تواتر تک پہنچے۔

یقینی خبر کی ایک تعریف امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ (٣٥) سے احمد طحطاویؒ نے یہ نقل کی ہے:

> حق بات وہ ہے جو امام محمد اور امام ابو یوسف سے بھی منقول ہے کہ ہر طرف سے بکثرت خبریں آنے لگیں اسی کا اعتبار ہوگا۔ (٣٦)

فقہاء کرام کے مذکورہ اقوال سے استفاضہ خبر کے بارے میں یہ حقیقت سامنے آئی کہ خبروں کی اس طرح آمد کہ غلبہ ظن حاصل ہوجائے اور تردد باقی نہ رہ جائے بس اس کیفیت کا پایا جانا ضروری ہے اور اس کے حصول کے لیے خبر دینے والوں کی کسی خاص تعداد کا تعین نہیں کیا گیا ہے بلکہ جس سے اطمینان حاصل ہو اس کو قاضی (یا اس کے قائم مقام قاضی یا ہلال کمیٹی) کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

جیسا کہ امام محمدؒ سے منقول ہے کہ:

> کثرت وقت کی تعداد کا فیصلہ امام کی صوابدید پر موقوف ہے یہی صحیح ہے۔

اور یہی بات مولانا عبدالحی صاحبؒ نے تحریر فرمائی ہے:

> وہ مجمع جس کی خبر سے غلبہ ظن حاصل ہوجائے اس کی تعداد امام کی صوابدید پر منحصر ہے کوئی خاص

تعداد مقرر نہیں ہے اور یہی صحیح ہے۔(۳۷)

بہر حال عدد کا معاملہ فیصلہ کرنے والے پر موقوف ہے۔

خبر مستفیض کا حکم:

تقریباً تمام علماء کے نزدیک مسلم ہے کہ استفاضہ خبر موجب حکم ہے۔

عبداللہ بن شیخ زادہ لکھتے ہیں کہ شمس الائمہ حلوانیؒ نے فرمایا ہے کہ صحیح بات یہی ہے کہ ہمارے اصحاب کا یہی مذہب ہے کہ خبر جب استفاضہ کے درجہ میں آجائے اور متحقق ہوجائے تو اس کے ذریعہ دوسرے شہر کے لوگوں پر بھی حکم لازم ہوجائے گا۔ بشرطیکہ اس خبر کی بنیاد جس میں استفاضہ کی شان آئی ہے صحیح اور عندالشرع قابل لحاظ ہو۔(۳۸)

استفاضہ اور خبر جمع عظیم میں فرق:

استفاضہ اور خبر جمع عظیم کمال معنی کے لحاظ سے ایک ہے دونوں شرعی طور پر حجت ہیں اس لیے کہ ان دونوں میں خبر دینے والوں کی اتنی کثرت ہوتی ہے جس سے شرعی قاضی کی خبر کی صداقت کا غلبۂ ظن ہوتا ہے۔ البتہ ظاہری صورت اور مصداق کے لحاظ سے فرق ہے۔

استفاضہ:

اس سے ایسی خبر مراد ہے جو ایک قاضی کی حدود ولایت سے نکل کر دوسرے قاضی کی حدود ولایت میں آئے لیکن مخبرالیہ یعنی دوسے قاضی کو اس خبر کی صداقت کا غلبہ ظن حاصل ہوجائے اور اس طرح یہ استفاضہ حکماً شرعی قاضی کی قضاء کا نقل سمجھا جائے گا۔ اس لیے کہ ظاہر بات ہے جس علاقے سے رمضان یا عید کی خبر آئی ہے وہاں شرعی قاضی کے فیصلے پر ہی یہ اعلان ہوا ہوگا۔

خبر جمع عظیم:

اصطلاح فقہ کی رو سے شرعی قاضی کی حدودولایت میں جب مطلع صاف ہونے کی صورت میں دو یا زیادہ عادل چاند دیکھنے کی گواہی دیدیں تو شرعاً یہ گواہی قبول نہیں ہوگی، اس لیے کہ جب ہزاروں لوگ چاند دیکھنے کے لیے کوشاں ہیں آسمان صاف ہے اور پھر بھی چند افراد کے علاوہ کسی کو چاند نظر نہیں آتا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گواہوں سے غلطی ہوئی ہے لہذا ایسی حالت میں ضروری ہے کہ قاضی کے پاس اتنی کثرت کے ساتھ چاند دیکھنے والے آکر اپنی رؤیت کی خبر دیں کہ قاضی کو غلبۂ ظن حاصل ہوجائے ایسی خبر کو فقہاء کرام جمع عظیم سے تعبیر کرتے ہیں۔

تمام عالم اسلام میں ایک ہی دن عیدین منانے کا قضیہ:

تمام عالم اسلام میں ایک ہی روز عیدین منانے کے لیے کوئی مشترکہ لائحہ عمل تیار کیا جائے۔اس سلسلے میں جس فارمولے پر اتفاق ہوا اس کے مطابق مکہ معظّمہ کو مرکزی حیثیت دی جائے گی اور اس شہر میں چاند دیکھنے کو بنیاد بنایا جائے گا۔ یہ تجویز بظاہر نہایت دلکش معلوم ہوتی ہے مگر اس مقصد کے لیے شرعی قیود کو پس پشت نہیں ڈالا جاسکتا۔ سوال یہ ہے کہ اس کے لیے کون سی صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟

جہاں تک رؤیت ہلال کے پیشگی تعین کا معاملہ ہے اس بارے میں ماہرین کے دلائل کی روشنی میں یہ بحث کی جاچکی ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں اس کے لیے واقعاتی شہادت کا بندوبست کرنا پڑے گا۔ اگرچہ سیٹلائٹ (Satalite) کی ایجاد سے دنیا کے دور دراز ممالک کے فاصلے سمٹ گئے ہیں مگر یہ تجویز کہ دنیا کے جس جگہ پر چاند پہلے نظر آجائے وہاں کی شہادت کی بنیاد پر کسی عالمی رؤیت ہلال کمیشن کے اختیارات کے تحت تمام اسلامی ممالک میں ایک ہی روز آغاز ماہ کا اعلان کردیا جائے قطع نظر اس کے کہ اختلاف مطلع کے سبب ایک ملک کی رؤیت دوسرے ممالک کے لیے حجت ہے یا نہیں، ناقابل عمل ہے، کرہ ارض کے مغربی حصوں میں رؤیت ہلال کے امکانات مشرقی حصوں کی نسبت عموماً زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ مشرقی ممالک میں اگر نیا چاند کم عمر ہونے کے باعث دکھائی نہ دے سکتے تو مغربی ممالک میں پہنچنے تک اس کی عمر بڑھ جاتی ہے اور وہاں نظر آجاتا ہے۔جس خطے میں رؤیت ہلال ہوجائے تو یہ اس سے مغرب میں واقع ممالک کے لیے تو سند ہوسکتی ہے۔مگر اس فیصلے کو انتہائی مشرقی ممالک میں نافذ کرنا اس لیے ممکن نہیں کہ وہاں رات کا کافی حصہ گزر چکا ہوگا یا ممکن ہے کہ اس سے بڑھ کر صبح ہوچکی ہو، وسطی حصوں میں بھی نصف شب یا اس کے بعد تک بے یقینی کے باعث عوام پریشانی سے دوچار رہا کریں گے کیونکہ رؤیت ہلال کا تعلق بعض اوقات مغرب کے کچھ دیر بعد عبادات کی ادائیگی سے بھی ہوتا ہے اور اگلے روز مثلاً عید کی تیاری کے لیے بھی مشرقی ممالک کے لوگوں کے لیے رؤیت ہلال کے انتظار میں شب بیداری ایک مسئلہ بن جائے گی۔ مراکش اور انڈونیشیا کے ملکوں میں معیاری وقت کا انتہائی فرق ۹ گھنٹے ہے، اس حالت میں مراکش کی رؤیت پر انڈونیشیا میں کیسے عمل درآمد ہوسکتا ہے اور اس صورت میں وہاں کے عوام کی کیا کیفیت ہوگی؟ سعودی عرب کو مرکز ماننے سے بھی یہی مسئلہ رہے گا جس سے مذکورہ کیفیت میں کوئی خاص کمی نہیں ہوگی۔

واضح رہے کہ انعقاد رمضان وعیدین میں وحدت چونکہ حکم شرعی مقصود نہیں ہے اس لیے ناممکن العمل ہے۔

مزید یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سعودی عرب سے مغرب میں واقع ممالک میں چاند پہلے ہوجائے تو پھر مکہ معظّمہ کی مرکزی حیثیت برقرار رہے گی؟ (۳۹)

مندرجہ بالا سوال کو ایک مقدّمہ کی حیثیت بہ نظرِ غائر دیکھنے کے بعد ایک غیر جانبدار محقق کے لئے یہ فیصلہ کرنا انتہائی سھل بن جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل تین وجوھات کی بنا پر پوری امّت کے لئے انعقاد رمضان وعیدین میں وحدت ناگزیر ہے۔

۱۔تاریخ کا اختلاف:

رؤیت ہلال میں تاریخ (۴۰) کا اختلاف عموماً مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ کسی مقام پر ایک مخصوص دن مثلاً ۱۰ جنوری ۲۰۱۳ء کو یکم ربیع الاول ہو، دوسرے مقام پر اسی تاریخ کو ۲ ربیع الاول ہو اور کسی اور مقام پر ۳ ربیع الاول بھی ہو۔اس اختلاف کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جیسا سنا جاتا ہے بعض اسلامی ممالک نے رؤیت ہلال کے شرعی طریقہ کو چھوڑ کر قِران ہی کو نئے چاند کی بنیاد قرار دے دیا ہے۔ یہ ایک غیر شرعی فعل ہے جس کا شریعت اسلامیہ میں کوئی جواز نہیں ہے اگر چہ اس طرح بھی قمری سال کے ایام کی تعداد میں کوئی فرق نہیں پڑتا تاہم تاریخوں میں فرق کا واقع ہونا ایک ناگزیر بات ہے۔

۲۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عصر حاضر میں معیاری اوقات مقرر کرکے ایک دن کا فرق جو سورج کو دنیا کے تمام مقامات پر طلوع ہونے میں لگتا ہے نکال دیا گیا ہے ۔ اگر یہ اختراعی طریقہ استعمال نہ کیا جائے تو شمسی اور قمری تاریخوں میں پورے ایک دن کا فرق کم ہوسکتا ہے اگر ہم یہ چاہیں کہ ہم بھی اسی طریقہ سے رؤیت ہلال میں سے ایک دن کا فرق کم کردیں تو ہمارے لیے اس کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ یہ بھی ''کبیسہ یا نسیٔ'' کی ایک شکل ہے جس سے مسلمانوں کو روک دیا گیا ہے۔ اگر شمسی اوقات کو علیٰ حالِہٖ رہنے دیا جاتا تو دنیا بھر میں چاند کی تاریخ میں صرف ایک دن کا فرق ہوسکتا تھا اور اس ایک دن کے فرق کو دور کرنے کا حل سوچنا ناممکنات میں سے ہے۔ اس لئے کہ سورج تو دنیا بھر کے تمام مقامات پر ۲۴ گھنٹے کے دوران طلوع ہوتا ہے لیکن چاند کو تمام دنیا کے مقامات پر طلوع ہونے کے لیے ۲۴ گھنٹے ۴۹ منٹ کی مدت درکار ہے۔ چاند ۲۴ گھنٹے میں زمین کے ۳/۴ ۳۴۷ درجات طول بلد پر تو طلوع ہوسکتا ہے باقی ۱/۴ ۱۲، درجات طول بلد یعنی ۸ خطِ استوا کے لحاظ سے تقریباً ۳۵۰ میل کے رقبہ میں دوسرے دن نظر آئے گا۔

۳۔ ان دو وجوہ کے علاوہ ایک تیسری وجہ وقت کے شمار کا طریق کار ہے۔عیسوی تقویم میں رات کے بارہ بجے کے بعد نئی تاریخ شروع ہوتی ہے، ہندی تقویم میں نئی تاریخ طلوع آفتاب سے شروع ہوتی ہے جب کہ قمری تقویم میں غروب آفتاب کے بعد نئی تاریخ شروع ہوجاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں بھی دن رات کا ذکر فرمایا ہے تو پہلے رات کا ذکر آتا ہے ۔ وقت کا یہ جداگانہ دستور بھی رؤیت ہلال میں فرق پیدا کرنے کا سبب بن

جاتا ہے۔

اب اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ آیا کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے جس سے یہ فرق ختم ہو سکے یا کم ہو سکے۔ ہم نہ تو موجودہ معیاری وقت کے نظام کو بدل سکتے ہیں اور نہ ہی قمری تقویم کو شمسی کے مطابق کر کے خود چاند کے لیے معیاری وقت مقرر کر کے ایک دن کا فرق نکال سکتے ہیں۔ لہٰذا شمسی اور قمری تقویم میں اس وجہ سے ایک دن کا فرق موجود رہے گا۔ چاند دنیا کے تقریباً ستائیسویں حصہ پر بہرحال دوسرے دن نظر آئے گا یہ فرق بھی ایسا فرق ہے جسے رؤیت ہلال کی شرعی قیود میں رہ کر کسی صورت بھی رفع نہیں کر سکتے۔ ہم زیادہ سے زیادہ یہی کچھ کر سکتے ہیں کہ ابر یا فضا کی کثافت کی وجہ سے اگر چاند نظر نہیں آ رہا تو شہادت کی بناء پر مطلع کا لحاظ رکھتے ہوئے اس اختلاف کو دور کر دیں۔ اس طرح قریبی علاقوں میں ایک دن کا فرق دور کیا جاسکتا ہے لیکن کچھ مقامات دنیا کے ستائیسواں حصہ میں دو دن کا بھی ہوسکتا ہے۔

ابر کی وجہ سے رؤیت ہلال میں اختلاف ایک اضافی چیز ہے جو قمری تقویم پر اثر انداز نہیں ہوتا لہٰذا اس اختلاف کو شہادات کے ذریعہ بہرحال دور کر دینا چاہیئے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ:

کسی دن ہلال کسی مقام پر مغربی افق سے ۱۸ درجے بلندی پر ہے تو اسے ضرور نظر آ جانا چاہیے۔ مگر ابر کی وجہ سے نظر نہیں آ سکتا تو شریعت نے اس کا نہایت آسان حل بتا دیا ہے کہ اگر چاند دیکھنے کی آس پاس کے علاقہ سے کوئی معتبر شہادت میسر آ سکتا ہے تو اس پر اعتبار کیا جائے گا ورنہ پچھلا مہینہ ۳۰ کا شمار کرنا ہوگا۔

مطلع کی حدود:

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ علم ہیئت کی رو سے آس پاس کے علاقہ کی حدود کیا ہیں؟

اگر چاند بالکل ہمارے سر پر چمک رہا ہے تو اسے ہم ۹۰ درجہ کے زاویہ کی بلندی قرار دیتے ہیں۔ یہ چاند سات دنوں میں مغربی افق سے نصف آسمان تک پہنچا ہے گویا یہ سات دن میں ۹۰ درجے کا فاصلہ طے کر کے آیا ہے چونکہ ہر گول چیز کے ۳۶۰ درجہ قرار دیئے گئے ہیں لہٰذا چاند کا آسمان پر درجوں کے حساب سے فاصلہ اور ہمارا زاویۂ نگاہ ایک ہی بات ہے۔ بالکل ایسے ہی صورتِ حال زمین کے درجاتِ طول بلد کی ہے ایک ہی طول بلد پر واقع تمام شہروں یا ملکوں کا چاند وسورج دونوں کے حساب سے مطلع ایک ہی ہوتا ہے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مقام الف پر ہلال ۱۸ درجے زاویہ بلندی پر مشاہدہ کیا گیا تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ یہ ہلال سورج غروب ہونے کے ایک گھنٹہ ۱۵ منٹ بعد غروب ہوگا اور شفق کی وجہ سے نماز مغرب کے بعد ہی نظر آ سکتا ہے۔

۲۔ مغرب میں اس چاند کا مطلع غیر محدود ہے اور مغربی مقامات میں اس کا نظر آنا بہرحال یقینی ہے۔

۳۔ مشرق میں اس کا مطلع کی حد ۵ درجے مزید طول بلد مشرقی کا فاصلہ ہوگا کیونکہ ۱۳ درجے کا چاند نظر نہیں آتا۔

مطلع کی حد کے متعلق آئمہ سلف کے اقوال میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے لیکن آج کل طول بلد کے تعین اور اس کے مطابق معیاری وقت کے تعین نے اس مسئلہ کو کافی حد تک حل کر دیا ہے۔ کئی اسلامی ممالک میں سارے ملک میں معیاری وقت ایک ہی ہوتا ہے خواہ اس کا فاصلہ ۱۵ طول بلد سے زیادہ ہو مثلاً سعودی عرب ۳۵ درجے سے ۵۶ درجے طول بلد شرقی یعنی ۲۱ درجے پر پھیلا ہوا ہے لیکن ملک بھر میں ان کا معیاری وقت ایک ہی ہے یعنی گرین وچ (۴۱) سے ۳ گھنٹے پہلے رؤیت ہلال کے لئے حکومت کمیٹی مقرر کر دیتی ہے جو شہادات کی توثیق کے بعد رؤیت ہلال کا اعلان کر دیتی ہے اور اس کو پورے ملک کی رؤیت قرار دے دیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس حکومت نے ملک بھر کے لیے ایک ہی مطلع قرار دے کر اختلاف کو ختم کر دیا ہے۔

ایسی ہی صورت حال بھارت میں ہے جس کا طول بلد ۷۰ یا ۸۹ یعنی ۱۹ درجے ہے۔ وہاں بھی ایک ہی معیاری وقت ہے اور وہاں کی رؤیت بھی ملک بھر کے لیے ایک ہی رؤیت ہے البتہ چند ممالک ایسے بھی ہیں جو بہت زیادہ درجوں پر پھیلے ہوئے ہیں مثلاً چین، روس اور کینیڈا۔ ان کے مختلف علاقوں میں معیاری وقت بھی الگ ہیں اور اسی طرح مطالع بھی۔

ایک مسلمان یا حکومت کے اختیار میں یہی کچھ تھا کہ مطالع کے اختلاف کو حتی الامکان ختم کر دے۔ لیکن اس کے باوجود ایک طبقہ اسلامی تاریخوں کے اختلاف کے بارے میں سخت مضطرب ہے۔ آج کل جدید ذہن کے طبقہ میں یہ خیال ابھر رہا ہے کہ مسلمانوں کے تہواروں میں وحدت بہت ضروری ہے لہٰذا چاند کی رؤیت کی تعیین آلاتِ رصد کے ذریعہ کر کے پورے عالم اسلام میں ایک ہی دن روزے رکھنے اور عید منانے کا فیصلہ کیا جانا چاہیئے۔ ایک صاحب تو اس جوشِ اتحاد میں یہاں تک کہہ گئے کہ:

> ''ہمارے نبی ﷺ اُمّی تھے، صحابہ کرامؓ بھی ان پڑھ تھے، انہیں چاند کا حساب معلوم نہ تھا لہٰذا اس وقت کی مصلحت یہی تھی کہ رؤیت ہلال کو احکام دین کی بنیاد قرار دیا جائے''

لیکن ایسے خیالات غالباً حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہیں:

انا امۃ امیۃ لانکتب ولا نحسب الشھر ھکذا و ھکذا مرۃ تسعا و عشرین و مرّۃً ثلثین (۴۲)

''ہم لوگ حساب و کتاب سے ناواقف ہیں مہینہ (کبھی) ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ روز کا''

پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کو کھول کر بلند کر کے بتلایا کہ: ''مہینہ اتنا بھی یعنی (۳۰ دن کا) ہوتا ہے۔ اور اتنا یعنی (۲۹ دن کا) بھی ہوتا ہے۔''

حالانکہ اس ارشاد سے آپ ﷺ کا مقصد امت کو علم ہیئت اور قمری حساب کے گورکھ دھندے سے نجات دلا کر سیدھے اور فطری طریق رؤیت پر عمل پیرا کرنا تھا جیسا کہ شریعت نے ہر معاملہ میں اس امر کو ملحوظ رکھا ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اس دور میں علم ہیئت اور نجوم پرستی (علم جوتش) لازم وملزوم چیزیں متصور ہوتی تھی جس کا اثر آج تک موجود ہے لہٰذا اس قسم کے علم نجوم سے عوام کا ذہن پاک رکھنا مقصود تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر رؤیت ہلال کی بجائے قمری حساب یا قران (۴۳) کے وقت کو بنیاد قرار دیا جائے تو بھی تمام دنیا میں وقت کی یکسانیت محال ہے۔

اب مسلمان لوگ چاند کا حساب خوب جانتے ہیں اور بہت پہلے معلوم کر لیتے ہیں کہ نیا چاند کب ہوگا۔ آلاتِ رسل ورسائل کے ذریعہ دنیا بھر کے کونہ کونہ میں خبر بھی کی جاسکتی ہے تو اب مسلمانوں کو رؤیت ہلال کی بناء پر مختلف دنوں میں تہوار منانے کی روایت ترک کر دینا چاہیئے اور ایک مقررہ اعلان کے تحت تمام دنیا میں روزہ رکھنے، عیدین وغیرہ کا ایک ہی دن اہتمام کرنا چاہیئے۔'' (۴۴)

اس سے بڑھ کر یہ کہ رابطۂ عالم اسلامی کی تاسیسی مجلس نے اپنے تیرھویں اجلاس میں جو شعبان ۱۳۹۱ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوا چند قرار دادیں پاس کیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ''اسلامی ممالک میں رؤیت ہلال ۴۵ کا ایک ایسا نظام بنایا جائے کہ اگر مغرب یا ایران میں چاند نظر آئے تو دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہو کہ ''اسی رؤیت'' کی بناء پر روزے رکھیں اور افطار کریں۔ قرار داد میں یہ بھی طے پایا کہ رابطہ کا سیکرٹریٹ تمام سربراہان ممالک اسلامیہ سے رابطہ قائم کرے اور ان سے اس عمل درآمد کے لیے کہے (۴۶)۔

وحدت تاریخ واوقات نئے چاند کی رُو سے:

ہم ایسے سب حضرات کی اس نیک تمنا کی قدر ضرور کرتے ہیں لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ان ''ہم دوست حضرات'' کی اتحاد وحدت کی یہ آرزو علم ہیئت کی رو سے بھی پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ رؤیت ہلال پر تو کئی چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس کے بجائے اگر ''نئے چاند'' یا قِران کو ہی بنیاد قرار دیا جائے تو بھی پوری دنیا میں ایسا اتحاد ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ سال ۱۹۷۸ء میں شوال کا نیا چاند لندن میں شام کے ۴ بج کر ۹ منٹ پر وقوع پذیر ہوگا اور تاریخ ۲ر ستمبر ہوگی۔ اسی لمحہ حجاز مقدس میں شام کے سات بج کر ۹ منٹ، پاکستان میں نو بجکر ۹ منٹ رات، مشرقی پاکستان میں دس بج کر ۹ منٹ رات اور جزائر فجی اور سائبیریا میں چار بج کر ۹ منٹ سحری کا وقت ہوگا اور تاریخ

۲ستمبر ہی ہوگی کیونکہ یہ مقامات بین الاقوام تاریخی خط کے مشرق میں واقع ہیں۔

حکومت حجاز اسی قران کے لمحہ یعنی ۲ستمبر ۷ بج کر ۹ منٹ رات کو دوسرے دن عید منانے کا اعلان کرتی ہے۔ تو جزائر فجی اور سائبیریا کا مسلمان اس وقت کیا طریق اختیار کرے گا؟ اگر اس دن یعنی ۲ستمبر کو عید کرے تو اتحاد ممکن نہیں کہ حجاز میں عید ۳ستمبر کو ہوگی اور اگر روزہ رکھے تو کیوں رکھے''نیا چاند'' تو ہو چکا۔ یہی صورت حال روزے شروع کرنے یا دوسرے امور میں بھی پیش آسکتی ہے۔(۴۷)

وحدت تاریخ رؤیت ہلال کی رو سے:

یہ تو تھا نئے چاند یا قِران کا مسئلہ۔ اب یہ دیکھا جائے گا کہ اگر نئے چاند کے بجائے رؤیت ہلال کو ہی بنیاد قرار دیا جائے تو آیا یہ وحدت واتحاد ممکن ہے، یہ بات تو واضح ہے کہ قران اور رؤیت ہلال دو الگ الگ چیزیں ہیں اور ان دونوں میں ایک ہی مقام پر ۲۴ گھنٹے تک کا وقفہ ہوسکتا ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ علم ہیئت کی رو سے چاند کی رؤیت کے لیے دنیا بھر کے تمام مقامات پر ۲۴ گھنٹے کی بجائے ۲۴ گھنٹے ۴۹ منٹ کا عرصہ درکار ہے تو اگر دنیا بھر کے لیے رؤیت ہلال کا اعلان کر دیا جائے تو اس سے مثال بالا سے بھی زیادہ الجھن پیش آسکتی ہے۔ مثلاً اوپر والی مثال میں ۳ستمبر ۱۹۷۸ء کو مکہ میں رؤیت کی شہادت مل جاتی ہے اور ساڑھے سات بجے شام اگلے دن کے لیے عید کا اعلان کر دیا جاتا ہے تو میکسیکو (شمالی امریکہ) میں اس وقت ساڑھے نو بجے دن کا وقت ہوگا۔ کیا یہ لوگ اس دن روزہ پورا کر کے دوسرے دن عید منائیں گے یا فوراً افطار کر کے اسی دن اور اسی وقت عید ادا کریں گے۔ ان دونوں صورتوں میں سے مکہ معظّمہ سے وحدت کی کونسی صورت ممکن ہے؟

بالفرض والتقدیر اگر شرعی احکام کو بالکل پس پشت ڈال دیا جائے تو بھی جس وحدت واتحاد کی تمنا کی جاتی ہے پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ وضعی طریق سے عیسوی کیلنڈر میں گھڑیوں کو آگے پیچھے کرنے سے خطِ تاریخ پر ایک دن کی کمی بیشی کرنے سے یعنی ایک ہی دن میں دو طرح کی پیوندکاری سے جو عیسوی تاریخ میں یکسانیت پیدا کی گئی ہے اس سے حقیقی صورتِ حال میں تو کچھ فرق نہیں پڑ سکتا۔

رؤیت ہلال کی بناء پر کسی مقررہ تاریخ میں دو دن کا فرق پڑ سکتا ہے لیکن بہت ہی کم مقامات پر یعنی دنیا کے ستائیسویں حصے میں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دو دن کا فرق بسا اوقات مشاہدہ میں آرہا ہے جس کی وجہ وہی اختراعی طریق ہے جس کی بناء پر عیسوی تقویم میں ایک دن کے فرق کو جو سیارگان کی چال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ فرق بھی قمری تاریخ پر جا پڑتا ہے اگر یہ وضعی طریق کار ختم کر دیا جائے تو قمری تاریخوں میں اختلاف خود بخود کم ہو جائے گا۔

اب یہ حضرات چاہتے ہیں کہ اسی طرح وضعی طریق کار سے قمری تاریخوں کا اختلاف ختم کیا جائے ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ وضعیت کبیسہ یا نسئی سے پوری پوری مشابہت رکھتی ہے جس کی قمری تقویم میں گنجائش نہیں ہے اور جس سے مسلمانوں کوسختی سے منع کر دیا گیا ہے۔

بادل، بارش یا فضا کی کثافت کی بنا پر چاند کا نظر نہ آنا تقویم پر کچھ اثر نہیں ڈالتا یہ اختلاف محض مقامی قسم کا ہوتا ہے اور ایسا اختلاف رؤیت ہلال کمیٹیاں یا مقامی حکومتیں شہادت کی بناء پر اعلان کے ذریعے دور کرسکتی ہیں ۔ بشر طے کہ مطلع ایک ہی ہو مختلف نہ ہو۔

اعلانات کے ذریعہ دنیا بھر میں قمری تاریخ کو ایک بنانے کا مسئلہ بہت ٹیڑھا ہے اور کسی مخصوص دن میں مخصوص وقت پر شعائر کی ادائیگی میں اتحاد اس سے بھی زیادہ مشکل ہے اگر ہم چاہیں کہ حج کے دن حجاج کرام کی دعاؤں کے وقت ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہوکر یہ عبادات بجالائیں تو یہ مشکل سی بات ہوگی ۔ کیونکہ ۹/ ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد سے لے کر شام تک حجاج کرام میدان عرفات میں دعائیں کرتے ہیں یہی حج کا رکن اعظم اور اصل حج ہے ۔ غروب آفتاب کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر انہیں مزدلفہ (۴۸) پہنچنا ہوتا ہے اس وقت ہند اور چین کے مسلمان گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں اور آسٹریلیا میں سحری کا وقت ہوتا ہے۔ کیا وقت کی اس مطابقت کے لیے مسلمانوں کو مکلّف بنایا جاسکتا ہے؟ یہی حال یوم نحر (۴۹) یعنی قربانی کے دن کا ہے ۔ ۱۰ ذی الحجہ کو حجاج دن طلوع ہونے کے بعد مزدلفہ سے منٰی آتے ہیں پھر جمرات مارتے ہیں اس کے بعد قربانی کا وقت ہوتا ہے گویا طلوع آفتاب سے تقریباً ۳ گھنٹہ بعد قربانی کا وقت آتا ہے اور ہم اس وقت قربانی کا گوشت پکا کھا کر ہضم بھی کر چکے ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ حجاج کے کام سے مطابقت ہوگی یا مسابقت؟ پھر ایسے علاقے بھی ہیں جہاں کے مسلمان یہ قربانی کا دن گزار کر رات کو سونے کی تیاری کر رہے ہوں گے اور ادھر یہ کیفیت ہوگی کہ حجاج کرام ابھی مزدلفہ سے روانہ بھی نہ ہوئے ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس ہماری نمازوں کا بھی یہی حال ہے کہ ان میں اوقات کی وحدت محال ہے۔ اہل حجاز جس وقت ظہر کی نماز ادا کرتے ہیں تو ہم عصر کی نماز کی تیاری میں مصروف ہوتے ہیں اور جب فجر ادا کرتے ہیں تو یہاں سورج خاصا بلند ہو چکا ہوتا ہے۔

نتائج بحث:

۱۔ ظہور ہلال کا سب سے اہم ذریعہ رؤیت ہے اور رؤیت سے بھی رؤیت بصری مراد ہے۔

۲۔ جب رؤیت کی نسبت کسی عین کی طرف ہو تو اس کا معنی نگاہ سے دیکھنا ہوتا ہے۔

۳۔ اسلامی مہینوں کے اثبات کے لیے شرعاً مندرجہ ذیل دو بنیادی طریقے مقرر کیے گئے ہیں۔

الف: انتیس تاریخ کو چاند کی رؤیت ہوجائے۔

ب: عدم رؤیت کی صورت میں مہینے کے تیس دن پورے ہوجائیں۔

۴۔ اگر کسی شخص کو چاند نظر آجائے تو اس کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ قاضی یا ہلال کمیٹی کے روبرو جا کر شہادت دے اور اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو اور شرعی طور پر رؤیت ثابت ہوجانے کے بعد اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوجائے اور ممکن ذریعے سے اس فیصلے کا اعلان اور اس کی اشاعت کرنا بھی مطلوب ہے تاکہ لوگ عدم علم کی بناء پر حکم کی بجاآوری سے نہ رہ جائیں اس لیے کہ لوگ رؤیت کے بعد عمل کے مکلّف ہے۔

۵۔ رمضان اور عیدین میں بلاد اسلامیہ کا اتحاد شرعاً مقصود نہیں ہے لہٰذا امر غیر مقصودہ کو متحقق کرنے کے لیے تلاش نصوص اور اس کو بحث ونظر سے گزارنا ایک غیر فقہی عمل ہوگا۔عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہؓ میں انعقاد عید کو ایک سماجی اجتماع اور جشن کے طور پر نہیں لیا گیا ہے۔یہودی اور مسیحی تہوار علی الترتیب اسرائیلی اور شمسی تقویم کے تابع ہیں اس لیے ان کے انعقاد میں عالمی اتحاد کا مظاہرہ کرنا ممکن ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) الأحمدنکوی، القاضی عبدربّ النبی، دستور الطماء فی اصطلاحات الفنون، حرف الهاء، ج۳ص۳۲۸ دار الکتب الطمیة لبنان، ۱۴۲۱ھ

(۲) الزمحشری، محمد بن عمروبن أحمد، اساس البلاغة مادہ "ه م ج" ج۲ ص٤

(۳) ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، مادہ شہر، ج۴ص۴۳۱، دار صادر، بیروت، س۔ن

(۴) المرغنیانی، علی بن ابی بکر، الہدایہ:۱۵۱:۲، مکتبہ امدادیہ، ملتان (س۔ن)

(۵) مولانا، حسن بن منصور، فتاویٰ حانیہ علی الھندیہ، ج۱ص۱۹۴، بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ

(۶) الھندیہ: ۶۳:۴۵۳

(۷) آپ کا نام احمد بن عبدالغنی بن عمر ہے اپنے اسلاف کی طرح ابن عابدین پر مشہور تھے۔مشہور حنفی فقیہ، فتاویٰ الشامیہ کے مؤلف ہے۔۱۲۳۸ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے تھے۔اور وہیں ۱۳۰۸ھ کو وفات پاگئے۔(ابن خلکان

۵۲:۱، الاعلام للزرکلی ج۱ص۱۵۲)

(۸) ابن عابدین، احمد بب عبدالغنی، ردالمحتار، ج۲، مکتبہ امدادیہ ملتان (س۔ن)

(۹) فتاویٰ قاضی خان، علیٰ ھامش الھندیہ، ج۱، ص ۱۹۷

(۱۰) فتاویٰ عالمگیریہ، ج۱،ص۱۹۷

(۱۱) زین الدین بن ابراہیم بن محمد، الشھیر بأبن نجیم حنفی فقیہ اور مصر کے جید علماء میں سے ہیں۔آپ کی سن ولادت معلوم نہیں جبکہ سن وفات ۹۷۰ھ بمطابق ۱۵۶۳م ہے۔آپ کی تصانیف میں لأشباہ والنظائر فی قواعد الفقہ، البحرالرائق شرح کنزالدقائق اور رسالہ فی مسائل فقہیہ زیادہ مشہور ہیں۔ (الفوائد البھیتہ: ۱۳۴،الاعلام ۶۴،۳،شذرات الزھب۵۲۳:۱۰)

(۱۲) ابن نجیم، زین الدین، بحر الرائق: المکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ: ۴۶۶:۶

(۱۳) الہندیہ: ۱۹۷:۱

(۱۴) ایضاً

(۱۵) ایضاً: ۱۹۸:۱

(۱۶) ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی المرغنیانی (مرغینان نامی جگہ جو ریاست فرغانہ (ماوراء النہر) میں واقع ہے ۵۳۰ھ کو پیدا ہوئے۔آپ حافظ، مفسر، محقق اور ادیب تھے۔اور مجتہدین میں سے تھے۔آپ کی تصانیف میں بدایۃ المبتدی اور اس کی شرح الھدایہ فی شرح الہدایۃ، منتقی الفروع۔الفرائض، التجنیس، مناسک حج اور مختارات النوازل زیادہ مشہور ہیں۔(الفوائد البھیتہ ۱۴۱، الجواہر المیتہ ۳۸۳:۱۔ الاعلام ۴۶۶:۴۔سیر اعلام النبلا ۲۳۲:۲۱)

(۱۷) الھدایہ: ۱۹۶:۱ مکتبہ امدادیہ ملتان

(۱۸) ایضاً

(۱۹) الہندیہ: ۱۹۸:۱

(۲۰) داؤد بن محمد سلیم بن أحمد الجبلي الموصلي، ایک مایہ ناز طبیب، مناظر اور عالم تاریخ تھے، اصلاً، مولداً اور وفاۃً اھل الموصل کی طرف منسوب ہیں۔(معجم المؤلفین العراقین، ۴۳۴:۱)

(۲۱) موصلی، عبداللہؒ، اختیار شرح مختار: دارالمعرفتہ بیروت : ۱۲۹:۱

(۲۲) آپ کا نام احمد بن عبدالغنی بن عمر ہے اپنے اسلاف کی طرح ابن عابدین پر مشہور تھے۔مشہور حنفی فقیہ، فتاویٰ الشامیہ کے مؤلف ہے۔۱۲۳۸ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے تھے۔اور وہیں پر ۱۳۰۸ھ کو وفات پا گئے۔(ابن خلکان ۵۲:۱) (الاعلام للزرکلی ج۱ ص۱۵۲)

(۲۳) ردالمحتار: ۹۳:۲

(۲۴) محمد بن علی بن محمد الحصنی المعروف بہ علاء الدین الحصکفیؒ دمشق میں ۱۰۲۵ھ بمطابق ۱۶۱۶ء پیدا ہوئے۔آپ اعلیٰ درے کے مدرّس اُصولی، محدّث اور راسخ فقیہ تھے۔آپ نے طویل عرصہ تک درس وتدریس اور تعلیم وتالیف کی خدمات انجام دیں۔آپ نے الدرالمختار فی شرح تنویرالابصار افاضۃ الانوار علی اصول المنار کافی مشہور ہیں۔آپ کی سن وفات ۱۰۸۸ھ بمطابق ۱۶۷۷ء ہے۔ (اعلام ۶:۲۹۴، معجم المؤلفین ۵۶:۱۱۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ۶۳:۴)

(۲۵) الحصکفی، علاء الدین، درمختار علی، ردالمختار: داراحیاء التراث العربی، بیروت: ۲:۹۲

(۲۶) ابو محمد الحسن بن علی بن ابی طالب ہاشمی، القرشی ۳ ہجری کو بمطابق ۶۲۴ء پیدا ہوئے۔آپ کی جائے پیدائش مدینہ منورہ ہے۔آپ کی والدہ فاطمۃ الزہرہؓ بنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔آپ سب سے بڑے تھے۔ عاقل، حلیم، خیرخواہ اور فصیح اللسان تھے۔آپ ۴۱ھ میں خلافت سے دستبردار ہوکر خلافت امیر معاویہؓ کے سپرد کردی۔آپ کی مدت خلاف چھ ماہ ہے۔آپ کے گیارہ بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔آپ کی وفات ایک قول کے مطابق زہر پلانے کی وجہ سے ہوئی۔آپ کی وفات مدینہ میں سال ۵۰ھ بمطابق ۶۷۰ء ہوئی۔ (الأصابہ ۳۲۸:۱، أسد الغابہ ۲:۹، وفیات الأعیان ۶۵:۳، سیر اعلام النبلأ ۲۴۵:۳، الاعلام للزرکلی ۲:۹۹)

(۲۷) نعمان بن ثابت تیمی کوفہ میں ۸۰ھ بمطابق ۶۹۹ء پیدا ہوئے۔سیدنا انس بن مالکؒ جیسے کئی صحابہ سے شرف ملاقات حاصل کی۔اپنے عہد کے راسخ فقیہ، اجتہاد کے امام اور صاحب ورع اور ثقہ تھے۔آپ نے حنفی مکتب فکر قائم کیا۔اور آپ کے علوم ومعارف کی باقاعدہ تدوین کی۔آپ کی وفات ۱۵۰ھ بمطابق ۷۶۷ء ہے۔آپ کے بارے میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں۔یزید بن ہارون کہتے ہیں۔کہ میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ پرہیزگار اور عاقل کسی کو نہیں دیکھا۔ (شذرات الزہب ۲:۲۲۹، سیر اعلام النبلأ ۶:۳۹۰۔ الاعلام ۸:۳۶)

(۲۸) بحرالرائق، ۲:۴۶۸

(۲۹) ردالمختار، ۲:۹۳

(۳۰) الھندیہ ۱:۱۹۸

(۳۱) بحرالرائق، ۲:۴۷۰

(۳۲) آپ کا شجرہ نسب کچھ یوں ہے محمد انور بن معظم شاہ بن الشاہ عبدالکبیر بن الشاہ عبدالخالق آپ کے آباوٴ اجداد بغداد سے ہندوستان اور بعد ازاں ملتان میں مقیم ہوکر وہاں سے کشمیر جاکر آباد ہوئے تھے۔شاہ صاحب کشمیر کے ''ودان'' نامی قصبے میں ۱۲۹۲ھ کو پیدا ہوئے۔آپ انتہائی قوی الحافظہ اور ایک نامور محدث تھے۔صحیح البخاری اور دیگر بیسیوں کتب آپ کو حفظاً یاد تھیں۔آپ ۱۳۵۲ھ کو انتقال کرگئے۔ (کشمیری، انور شاہ، مقدمہ فیض الباری علی

صحیح البخاری، ج۱،ص۱۸، مکتبہ حقانیہ پشاور، س۔ن)

(۳۳) کشمیری، محمد انور شاہ، العرف الشذی علی جامع الترمذی، ج۱،ص۱۴۹، مکتبہ حقانیہ پشاور۔(س۔ن)

(۳۴) جواھر الفقہ ،ص۴۰۰

(۳۵) ردالمختار: ۲:۹۴

(۳۶) الطحطاوی، احمد، حاشیہ درمختار، المکتبہ العربیہ کوئٹہ: ۱:۴۴۸

(۳۷) ابن عابدین، محمد امین، منھۃ الخالق علی حاشیہ البحر الرائق،۲:۴۷۲، المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ (س۔ن)

(۳۸) الکھنوی، عبدالحئ، عمدۃ الرعایہ علی باش شرح اوقایہ، ۱:۳۰۹، مکتبہ حقانیہ ملتان۔(س۔ن)

(۳۹) حل مسئلہ رویت ہلال،ص۵۰، دیکھئے www.banuri.edu.pk

(۴۰) علم تاریخ اصطلاحاً اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے نبیوں، بادشاہوں، فاتحوں اور مشہور اشخاص کے حالات اور گزرے ہوئے مختلف زمانے کے عظیم الشان واقعات و مراسم وغیرہ معلوم ہوسکیں اور جو زمانہ گزشتہ کی معاشرت، اخلاق اور تمدن سے واقف ہونے کا ذریعہ بن سکے۔(ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم، المعارف، ص۵، ادارہ درس القرآن، دیوبند(س۔ن)

(۴۱) یہ انگلینڈ میں شمالی لندن کے ایک ضلع کا نام ہے۔تقریباً پوری دنیا کے سائنس دان اس پر متفق ہیں کہ یہاں جو مقامی اوسط شمسی وقت ہے اس کو معیار کے طور پر تسلیم کیا جائے۔عام زبان میں اس کو گرینچ مین ٹائم یا جی ایم ٹی("Greenwich Mean Time") کہتے ہیں اور سائنسی حسابات میں اس کو کائناتی وقت کہتے ہیں۔

("Greenwich Mean Time". American Heritage Dictionary of the English Language. Houghton Mifflin. 2001. http://education.yahoo.com/reference/dictionary/entry/Greenwich+Mean+Time. Retrieved July 6, 2011)

دیکھئے فہم الفلکیات: ص۴۸

(۴۲) صحیح البخاری،کتاب الصوم(۳۰)باب قول النبیﷺ:لا نکتب ولا نحسب(۱۳)حدیث۱۹۱۳)

(۴۳) یہ وہ وقت ہوتا ہے جب سورج اور چاند ایک سیدھ میں صفر درجہ پر ہوتے ہیں۔علوم فلکیات میں یہی وقت ''نیا چاند'' کہلاتا ہے۔

(Meevs, Jean (2002). The duration of the lunation, in more mathematical Astronomy Morsels. Willmann-Bell, Richmond VAVSA. PP 1931 ISB No. 943396-74-3)

(۴۴) دیکھئے www.kitabosunnat.com

(۴۵) غنیمت ہے کہ اس قرارداد میں ''نئے چاند'' کے بجائے رؤیت ہلال کو بنیاد قرار دیا گیا ہے۔لیکن مشکل مسئلہ یہ ہے کہ چاند۲۴ گھنٹوں میں دنیا کے تمام مقامات پر طلوع نہیں ہوسکتا۔لہٰذا اگراس ''وحدت'' پر زور دیا جائے تو یہ عملاً ''رؤیت ہلال'' کی شرعی بنیاد کی نفی ہوگی۔

(۴۶) (ایضاً)

اس مقالہ میں مسئلہ رویئت ہلال کے ذیلی عنوان''اختلاف مطالع اور اسلامی تہواروں میں ہم آہنگی کو مدنظر رکھ کر زیادہ انحصار www.kitabosunat.com کی تحقیق پر کیا ہے ان موضوعات پر یہی ویب سائٹ مُفید معلومات رکھتی ہے۔

(۴۷) ایضاً، دیکھیے محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ www.kitabosunnat.co

(۴۸) {ان ابوایوب الانصاریؓ صلی مع رسول الله ﷺ من حجة الوداع المغرب والعشاء بالمزدلفه جمیعاً} (صحیح مسلم ،کتاب الحج (١٦) باب الافاضة من عرفات الیٰ المزدلفة (٤٧)رقم الحدیث :٣١٦٨)

(۴۹) {عن عائشه ان رسول الله ﷺنحر من آل محمد فی حجة الوداع بقرة واحدة} (سنن ابی داؤد۔ ١٤۔ باب فی هدی البقر [٢] ٧٩)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆